Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطبہ نمبر ۱

روزنامہ الفضل ربوہ
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون: ۲۲۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
جلد ۷۸/۴۳ | سوموار: ۱۰- رجب ۱۴۱۳ھ، ۴- صلح ۱۳۷۲ ہش، ۴- جنوری ۱۹۹۳ء | نمبر ۳

پاک دل اور پاک ارادہ ہو جاؤ

کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے۔ تم اس سے کرو۔ اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر۔ تا تم پر رحم ہو۔

(ارشاد حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

ساری دنیا کے لئے حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے سال کی مبارکباد

حضرت امام جماعت احمدیہ کی طرف سے تحریک بہبود انسانیت چلانے کا تاریخی اعلان

تمام دنیا کی جماعتیں وقف جدید میں بچوں کے دفاتر اپنے ہاں قائم کریں

انسانیت کے بلند معیار قائم کرنے اور نفرتیں دور کرنے کیلئے حکومتیں آپس میں معاہدے کریں

دنیا کے ہر مذہب کے سربراہ کی عزت کے قیام کے لئے ممالک قانون سازی کریں

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا بیت الفضل لندن سے مواصلاتی سیارے کے ذریعے دنیا بھر میں براہ راست ٹیلی کاسٹ ہونے والا

خطبہ فرمودہ یکم جنوری ۱۹۹۳ء

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

سال نو کی مبارک ایک دعا ہے

"کل شام کا سورج غروب ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک نیا سال طلوع ہونے کے سامان پیدا ہوئے اور آج صبح کے سورج کے طلوع کے ساتھ تمام عالم پر ایک نیا دن طلوع ہوا ہے پس میں تمام دنیا کے احباب جماعت کو چھوٹوں بڑوں کو مردوں اور خواتین کو نہایت محبت بھرا سلام اور مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

درحقیقت سال نو کی مبارک باد دینے کا رواج محض ایک رواج نہیں بلکہ مبارک کے لفظ میں ایک دعا پائی جاتی ہے۔ GREETINGS (تہنیت) میں تو کوئی دعا نہیں لیکن جب ہم مبارک کہتے ہیں۔ مبارک ہو کے الفاظ سے کسی کو خوشی کے جذبات پہنچاتے ہیں اس میں ایک دعا ہے پس میں بھی ان معنوں میں آپ سب کو یہ دعا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کے لئے یہ سال ہر پہلو سے بہت ہی بابرکت فرمائے اور جماعت احمدیہ کے لئے بالعموم بہت بابرکت فرمائے اور خصوصاً دعوت الی اللہ کے میدان میں جماعت احمدیہ کی کوششوں کو غیر معمولی پھل لگائے اور دائمی پھل لگائے اور آگے پھلنے پھولنے والے بیج اور پھل عطا کرتا رہے۔ بہرحال ایک تو جماعت کو مبارکباد دینا مقصود تھی اور ایک کل عالم کے مسلمانوں کو (۔) میں دل کی گہرائی سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اسی طرح تمام انسانیت کے لئے میرے دل میں جو فلاح و بہبود کے جذبات اور نیک خواہشات ان سے وابستہ رکھتا ہوں اس پہلو سے تمام دنیا کے انسانوں کو خواہ ان کا کوئی بھی مذہب ہو کوئی بھی رنگ ہو کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں کسی مذہب کے ماننے والے ہوں میں دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی مبارکباد پیش کرتا ہوں جو تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے ہے صرف میری طرف سے نہیں۔

بنی نوع انسان کی بہبود کی تمنا سب سے زیادہ احمدیوں میں ہے

حقیقت میں جہاں تک میں نے اس مبارکباد کے مضمون پر غور کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس بھری دنیا میں جہاں اربوں لوگ آباد ہیں سب سے زیادہ احمدی دل ہیں جو بنی نوع انسان کے بہی خواہ ہیں اور ان کی واقعۃً دل کی گہرائی سے خیر چاہتے ہیں ورنہ اکثر لوگ تو اپنے محدود دائروں سے وابستہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک مسلمان سوچے گا تو اسلام کی بہبود کی سوچتا ہے یا ایک پاکستانی پاکستان کی بہبود کی سوچتا ہے ایک انگریز، انگلستان میں بسنے والا انگلستان کی بہبود کی سوچتا ہے۔ اور شاید ہی کوئی دل ایسا ہو جس کی گہرائی سے کل عالم اسلام کی خیر خواہی کی دعائیں اٹھتی ہوں اور جہاں تک میرا علم ہے تمام احمدی جو دنیا میں مشرق و مغرب میں تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے ہیں انہوں نے اپنا دستور بنا رکھا ہے کہ وہ نظام جماعت کے لئے یا (امام جماعت) کے لئے یا اپنے عزیزوں اور پیاروں کے لئے جہاں دعا کرتے ہیں وہاں ضرور انسانیت کو بحیثیت انسانیت پیش نظر رکھتے ہوئے کل عالم کے انسانوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔ پس یہ ایک میرا جائزہ ہے جو مختلف احمدیوں کے خطوط سے مترتب ہوتا ہے اور ویسے اپنے دل کی کیفیت سے میں بھی اندازہ کرتا ہوں کہ کیونکہ میرے اور جماعت کے دل کے دھڑکنے کے انداز ایک ہیں۔ ایک ہی نہج پر ہم سوچتے ہیں ایک ہی طرز پہ محسوس کرتے ہیں اس لئے جو میری کیفیات ہیں وہ سب جماعت کی ہونگی اور ایسا ہے بھی کیونکہ خط لکھنے والے تو کم ہیں جو لکھتے ہیں مگر جو لکھتے ہیں وہ نمونے بھیج دیتے ہیں وہ بتا دیتے ہیں کہ فجی میں بھی ایسے احمدی بستے ہیں جیسے نائیجیریا یا سیرالیون میں یا غانا میں یا امریکہ میں یا انگلستان میں یا جرمنی میں۔ غرضیکہ احمدی خط جہاں سے بھی ملتے ہیں ان کی ادائیں ایک ہوتی ہیں۔ پس احمدی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مزاج ایک بین الاقوامی مزاج بن چکا ہے اور انسانیت کی بھلائی چاہنا انسانیت کی بہبود چاہنا اس بین الاقوامی مزاج کی سرشت میں داخل ہے۔ اس میں کوئی بناوٹ نہیں کوئی تصنع کوئی تکلف نہیں جس جماعت کو یہ بین الاقوامی مزاج نصیب ہوگا۔ اس مزاج سے از خود تمام عالم کے لئے دعائیں پھوٹیں گی۔ پس اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو یہ نیا سال بحیثیت انسان مبارک کرے اور اس پہلو سے میں آگے چل کے جو تحریک کروں گا اس کا تعلق اس سال کو "انسانی بہبود کا سال" بنانے سے ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر سال ہم ایک مطمح نظر سامنے رکھتے ہیں۔ اس سال مطمح نظر یہ رکھیں کہ انسان کو انسانیت کے آداب سکھائے جائیں۔ اس سلسلے میں میں چند ایک تجاویز بھی (اللہ نے چاہا تو) بعد میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔

جلسہ قادیان کا دلوں پر غیر معمولی اثر

ابھی جو گذشتہ سال کے آخر پر عجیب نوع کا عالمگیر جلسہ ہوا تھا اس کے متعلق مختلف ممالک سے جماعت احمدیہ سے وابستہ دوستوں کے جذبات مجھ تک پہنچ رہے ہیں شروع شروع میں تو باقاعدہ ٹیلی فون یا فیکسز FAXES کے ذریعے پیغام مل رہے تھے اب خط بھی پہنچنے شروع ہو گئے ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس جلسے کا جو اثر احمدی قلوب و اذہان پر پڑا ہے وہ ہماری توقع سے بہت زیادہ بڑھ کر ہے۔ اکثر لکھنے والوں نے یہ محاورہ استعمال کیا ہے کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتے جو کیفیت ہے اور میں لکھ نہیں سکتا جو کیفیت ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں جسے میں بیان کر سکوں۔ میں اپنی کیفیت ہی نہیں بلکہ اپنے سارے ماحول کی کیفیت بتا رہا ہوں اور بعضوں نے لکھا کہ یہ صرف احمدیوں کا حال نہیں ہے۔ جو غیر بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں ان کے دلوں کی بھی یہی کیفیتیں ہیں چنانچہ بعض جو انہوں نے تاثرات بھیجے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ اسی طرح قادیان سے آنے والے ایک دوست نے بتایا کہ جو سکھ ہندو دوست بھی (زیادہ تر سکھ تھے) جو اس جلسے میں شریک تھے جب وہ مختلف مواقع پر قادیان کے وہ مناظر دیکھتے تھے جن میں بعض دفعہ خود انکی تصویریں بھی دکھائی دیتی تھیں تو بے اختیار ہو کر ان کی زبانوں سے نعرے بلند ہوتے تھے اور جب جماعت نعرے لگا رہی ہوتی تھی تو وہ بھی شامل ہو جایا کرتے تھے اور یہ کیفیت ساری دنیا میں ایک ہی طرح سے ایک ہی وقت رونما ہو رہی تھی۔ اگرچہ ساری دنیا میں اس وقت الگ الگ وقت تھے یعنی ایک لمحے میں جو آواز اٹھ رہی تھی وہ چوبیس گھنٹے پر پھیلے ہوئے لمحوں کی آواز بن گئی تھی۔ کہیں آدھی رات کی آواز تھی کہیں صبح سویرے کی آواز تھی کہیں تہجد کے وقت کی آواز تھی کہیں شفقِ صبح کی آواز بن گئی تھی کہیں شفقِ شام کی آواز بن گئی تھی۔ کہیں جھٹپٹے کی آواز تھی گویا کہ چوبیس گھنٹے میں جتنے لمحے ہیں زمین کے گول ہونے اور اس کے چکر لگانے کی بناء پر اس ایک لمحے کی آواز بیک وقت چوبیس گھنٹے کے ہر لمحے کی آواز بن گئی تھی۔ اور اس کیفیت کا ایک غیر معمولی اثر احمدیوں نے محسوس کیا۔

ایک لطیفے کی بات اس میں یہ بھی ہوئی کہ امریکہ کے ایک دوست نے خط لکھتے ہوئے بڑے جوش میں جلسے کے اثرات بیان کرنے شروع کئے، کہ پھر مجھے یوں لطف آیا، اور یوں لطف آیا اور اچانک انہوں نے کہا کہ ایک بات سوجھ کر میرا رنگ فق ہو گیا وہ بات یہ تھی کہ میں نے سوچا کہ یہ نہ ہو کہ امریکہ کا اگلا جلسہ بھی لنڈن ہی سے کروا دیں۔ یہ لطیفہ میں نے گھر پہ بچوں کو سنایا تو میری ایک بیٹی نے کہا کہ یہ نہ ہو کا کیا مطلب؟ اب تو یہ ہونا ہی ہونا ہے۔ کیونکہ جماعت خدا کے فضل سے اس تیزی سے پھیل رہی ہے اور ہر ملک کی خواہش ہو گی کہ آپ ضرور جائیں۔ تو جلسے پھیلنے شروع ہو جائیں گے اور لازماً (امام جماعت) جو بھی ہو گا۔ جہاں بھی ہو گا وہاں سے وہ ہر جلسے میں شرکت کیا کرے گا۔ تو میری دوسری بیٹی نے پھر ایک سالانہ کیلنڈر تجویز کیا کہ صبح اٹھ کر لوگ جس طرح تاریخیں پوچھتے ہیں یہ پوچھا کریں گے کہ آج کونسا جلسہ ہے کہ ٹیلی ویژن کے ذریعے اس جلسے کو دیکھیں۔ تو بہر حال یہ لطیفے بھی ہیں اور حقیقتیں بھی ہیں اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ نے احمدیت کی کائنات بدل دی ہے موسم تبدیل کر دیئے ہیں۔ وہ احمدی جن کی آواز گھروں تک پہنچنے سے روکی جا رہی تھی وہ گھروں میں داخل ہو گئے ہیں۔ ساری دنیا کے گھروں میں داخل ہو کر ان کے دلوں میں اتر رہے ہیں۔ کون ہے جو خدا کی اس تقدیر کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے اور اب تو یہ سلسلہ پھیلے گا اور پھولے گا پھلے گا اور کوئی نہیں جو اسکی راہ میں حائل ہو سکے۔ یہ وہ حضرت (بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) کا شاداب درخت ہے جس کی شاخوں نے تمام دنیا پر پھیل کر سب کے لئے سائے اور عاطفت کے سامان پیدا کرنے ہیں۔

عالمی بیعت فرشتوں کی تحریک تھی

سب سے دلچسپ باتوں میں سے ایک بات جس کی طرف میری خاص توجہ گئی تھی اور جس کے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے کہ ساری دنیا کی جماعتیں بھی محسوس کر رہی ہیں وہ ہے عالمی بیعت یہ تاریخ عالم میں پہلا واقعہ ہے کہ (۔) کوئی بیعت لی جا رہی ہو اور سارے عالم میں بیک وقت اس بیعت کے ساتھ زبانیں بھی متحرک ہوں اور دل بھی دھڑک رہے ہوں اور ایک آواز کے ساتھ (۔) اقرار کرنا ایک عجیب کیفیت دل میں پیدا کرتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدا کی تقدیر کا ایک اظہار تھا یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں ہوا۔ یہ بیان کیا گیا تھا کہ ایک انگریز نو (احمدی) کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں بھی بیعت کر لوں اس موقع پر میں سمجھتا ہوں کہ یہ فرشتوں کی تحریک تھی کوئی اتفاقی خیال نہیں تھا۔ ہمارا گذشتہ سال اس بیعت سے سج گیا ہے۔ اس کے سر پر ایک تاج رکھا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ساری دنیا کی جماعت تجدید بیعت کے ذریعے اب وفاؤں اور خدمتوں کے ایک نئے دور میں داخل ہو رہی ہے۔ یہ اس بیعت کی تعبیر ہے اور آئندہ میں سمجھ رہا ہوں کہ (اللہ نے چاہا تو) بیعتیں اسی طرح ہوا کریں گی کہ ایک جگہ جب بیعت ہو رہی ہو گی کسی جلسے میں تو لاکھوں بیعتیں دنیا میں ساتھ ہو رہی ہونگی اور جو کروڑ کا تصور میں نے پیش کیا تھا وہ دور کی خواب و خیال یا خواہش کی بات نہیں رہی۔ میں سمجھتا ہوں اس کا وقت قریب آ رہا ہے۔ کیونکہ جلسوں میں جو شریک ہوتے ہیں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم یا خطبوں میں جو شریک ہوتے ہیں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ان کے متعلق پہلے دوسرے لکھتے ہیں پھر وہ خود خط لکھنے لگ جاتے ہیں اور آجکل تو تقریباً روزمرہ میری ڈاک میں ایسے خط نکلتے ہیں کہ ہمیں ایک احمدی دوست لے آئے تھے ہم مسلمان تھے احمدی نہیں تھے بلکہ بعض دفعہ تو بعض سخت نفرتوں کا شکار تھے اور ایک (خطبے) میں آ کر ہی کایا پلٹ گئی اب ہم نے وہ کچھ دیکھا ہے جو سنی سنائی باتوں کے بالکل برعکس ہے۔ کان اور سنتے تھے آنکھیں اور دیکھتی ہیں اور اب کان بھی اور سننے لگ گئے ہیں۔

گذشتہ سال خوشخبریوں کا پیغام لایا تھا

تو اس قسم کے تاثرات مسلمانوں کی طرف ہی نہیں ہندوؤں کی طرف سے بھی سکھوں کی طرف سے بھی اور انگریزوں یا یورپین کی طرف سے بھی آنے شروع ہوئے ہیں اور بعض بیعتوں کے قریب پہنچ گئے اور بعض نے اس شمولیت کی وجہ سے بیعتیں کر لیں۔ تو جوں جوں یہ سلسلہ پھیلے گا جماعت سے باہر سننے والوں کی تعداد میں بھی خدا کے فضل سے نمایاں اضافہ ہو گا۔ کیونکہ بعض جگہ تو یہ بھی اطلاع ملی کہ ایک احمدی غریب کو ڈش انٹینا لگانے کی توفیق نہیں تھی اس کے امیر ہمسائے کو جو غیر احمدی تھا جب پتہ چلا تو اس نے انٹینا لگایا اور کہا کہ اپنے محلے کے سارے احمدیوں کو کہو آ کر میرے گھر سنا کریں۔ اور وہ سارے مل کر اب سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ تو اس لئے یہ جو گذشتہ سال ہے یہ واقعتاً جماعت احمدیہ کے لئے ایسی خوشخبریاں نہیں لایا۔ جو یادیں بن کر ماضی میں رہ جاتی ہیں ایسی خوشخبریوں کے پیغام لایا ہے جو مستقبل میں ہمارے آگے آگے نور کی طرح بھاگیں گی اور ہمیں تیز قدم چلنے کے اشارے کرتے ہوئے اور آگے بڑھیں گی۔ اور اس طرح یہ شارع ترقی (۔) پر احمدیت کا قافلہ خدائے واحد و یگانہ کی تکبیر کرتے ہوئے (۔) آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے گا۔

گذشتہ خطبے میں وقف جدید کا جو اعلان ہوا تھا اس میں دو باتیں تو غلطی سے ایسی بیان ہوئیں جن کی درستی ضروری ہے اور ایک پہلو رہ گیا تھا۔ وقف جدید اطفال نو کا ذکر وہ میں اب کروں گا۔

ایک عددی غلطی کی اصلاح

سب سے پہلے تو ایک عددی غلطی ہے۔ جب میں نے پاکستان بنگلہ دیش اور ہندوستان کی جماعتوں کے علاوہ باقی دنیا میں وقف جدید کے وعدوں اور وصولی کا ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۲ء کا موازنہ کیا تو یہ غلطی سے کہہ دیا کہ ۶۶، فیصد اضافہ ہوا ہے۔ حالانکہ وہ جو فقرہ نیچے لکھا ہوا تھا وہ ۶۶، ہزار کا تھا۔ اور باقی جگہ فیصد چل رہی تھی اس لئے میرے منہ سے بھی ۶۶، ہزار کی بجائے ۶۶، فیصد نکل گیا اس کی درستی ہو جانی چاہیئے ۳۴، اعشاریہ کچھ فیصد اضافہ ہوا تھا۔

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا بلند مقام

دوسرے میں نے حضرت شیخ محمد احمد صاحب کا ذکر کرتے ہوئے ان کو (رفیق) بیان کر دیا تھا۔ دراصل آپکی پیدائش ۱۴، نومبر ۱۸۹۶ء کی ہے جبکہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب جو ان کے بزرگ (رفیق) والد تھے وہ اس سے پہلے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی ہو چکے تھے اور یہ پیدائشی احمدی تھے۔ تو مجھے چونکہ یاد تھا کہ یہ پچھلی صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کے زمانے کا ایک بڑا حصہ انہوں نے پایا۔ اس لئے میں نے (رفیق) کہہ دیا۔ اس سلسلے میں ایک خط کا اقتباس میرے سامنے ہے جو حضرت اقدس (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے شیخ محمد احمد صاحب کی پیدائش پر ان کے والد کے نام مبارک باد کا خط لکھا۔ خط یہ ہے۔

"محبی اخویم منشی ظفر احمد صاحب ...... لڑکا نوزاد مبارک ہو"

سارے کام حضرت بانی سلسلہ اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ کوئی سیکرٹری تو اس زمانے میں نہیں ہوا کرتے تھے۔ اور کتابیں بھی لکھنا بڑے بڑے مضامین لکھنا اور بے شمار دوسرے کام تھے کہ یقین نہیں آتا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر اس قدر کام ممکن ہیں۔ اور اپنے (رفقاء) کی دلداری کے لئے اپنے ہاتھ سے آپ انہیں خط بھی لکھا کرتے تھے۔ مگر تحریر مختصر اور بہت سے مضامین کو چند الفاظ میں سمیٹے ہوئے۔

"لڑکا نوزاد مبارک ہو اس کا نام محمد احمد رکھ دیں۔ خدا تعالے باعمر کرے"

یہ باعمر کرے والی بات جو ہے یہ ہر خط میں آپ نہیں لکھا کرتے تھے کسی خط میں کوئی دعا ہوتی تھی کسی خط میں کوئی اور دعا ہوتی تھی۔ اور یہ پڑھ کر مجھے خیال آیا کہ جماعت کو بھی اپنے ان جذبات میں شریک کر دوں۔

حضرت شیخ محمد احمد صاحب کی عمر غیر معمولی حالات میں بہت سخت بیماریوں کا شکار رہنے کے باوجود خدا کے فضل سے لمبی سے لمبی ہوتی چلی گئی ہے۔ اور ایک چھوٹا سا فقرہ دعا کا یہ تھا۔

'خدا تعالے باعمر کرے'

تو باعمر تو ہو گئے اب سو سال پورے ہونے میں چار سال رہتے ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ اگلی صدی بھی دیکھیں عمر کی اگلی صدی بھی اور دوسری بھی۔ یہ تو ہماری ایک خواہش ہے تمنا ہے لیکن یہ دعا ضرور ساتھ کرنی چاہئے کہ صحت و عافیت کی شرط کے ساتھ۔ باہوش بامراد رہتے ہوئے ایسی حالت میں لمبی زندگی کی دعا کرنا مناسب نہیں کہ انسان صاحب فراش بن چکا ہو اور دوسروں پر بوجھ بن چکا ہو۔ اور حضرت شیخ صاحب کے متعلق تو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں بڑے خود دار انسان ہیں اور ادنے سا بوجھ بھی کسی پر ڈالنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ہماری تمنا اور خواہش ہے البتہ اللہ تعالے کے ہاں جو بھی منظور ہو اسی پر ہم راضی ہیں۔ پس ان کو جو (رفیق) لکھا گیا تھا تو اس وجہ سے کہ خیال تھا کہ ضرور رہ گئے ہوں گے کسی وقت لیکن تعجب ہوا ہے یہ معلوم کر کے کہ کبھی بھی حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کی خدمت میں خود حاضر ہونے کا موقع نہیں ملا۔ اور اس زمانے میں جو بعض عشاق (رفقاء) تھے ان کے عشق کی عجلت نے بھی ایسا کیا ہے۔ بعض دفعہ انسان ایک خیال میں ایسا مگن ہو جاتا ہے کہ اپنے گرد و پیش اپنے ماحول اپنے بچوں تک کی فکر نہیں رہتی۔ وہ اس شدت کے جذبے سے قادیان کی طرف کھینچے جایا کرتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی ہوش نہیں تھی کہ میں اپنے بچے کو بھی لے جاؤں اور اس کو بھی (رفیق) بنا لوں۔ مگر میں نے جو (رفیق) کہا ہے صرف عمر کی وجہ سے نہیں۔ ان کی ادائیں بھی (رفقاء) والی ہیں۔ پس میری غلطی تو اپنی جگہ لیکن ان سے کبھی تو پوچھئے وہ اتنے کیوں پیارے ہوئے!۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی (رفقاء) کی طرح صرف کی ہو ان کو اگر غلطی سے (رفقاء) میں شمار کر لیا جائے تو انسانی نکتہ نگاہ سے تو غلطی ہے مگر خدا تو بغیر غلطی سے شامل کر سکتا ہے۔ پس آخری دعا جو میں کرتا ہوں اور آپ سے بھی گذارش کرتا ہوں یہ ہے کہ حضرت شیخ محمد احمد صاحب کے لئے یہ دعا کریں کہ میرے منہ سے جو غلطی سے نکلا تھا خدا کی تقدیر میں واقعۃً لکھا جائے اور ان کا شمار اللہ کے رجسٹر میں (رفقاء) میں ہو۔

وقف جدید کے دفتر اطفال کے قیام کی غرض بچوں کو چندے کی عادت ڈالنا تھا

اب مختصراً وقف جدید کے اطفال کے دفتر کا ذکر کرتا ہوں۔

۱۹۶۶ء میں دفتر اطفال کا اجراء ہوا تھا۔ پہلے سال ۳،۳۶۵ روپے کی وصولی تھی اور ۱۹۹۱ء میں خدا کے فضل سے یہ وصولی بڑھ کر ۶ لاکھ ۲۲ ہزار ۵۹۶ ہو چکی ہے۔ لیکن یہ وصولی دراصل صحیح حقیقت پیش نہیں کر رہی کیونکہ بیرونی دنیا میں اکثر ممالک میں دفتر اطفال کا الگ طور پر ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ اس لئے آئندہ سے اگر تمام دنیا کی جماعتیں دفتر اطفال کا حساب الگ رکھنا شروع کر دیں تو اس سے صحیح شکل سامنے آئے گی۔ اور ضروری یہ اس لئے بھی ہے کہ بہت سی مائیں اپنے بچوں کی طرف سے چندے دیتی ہیں۔ اور بچوں کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور دفتر اطفال کے قیام کے لئے یہ غرض بہت حد تک پیش نظر تھی کہ بچوں کو علم ہو کہ وہ بھی چندہ دے رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں سے چندے نکلیں اور ان کو چندوں کا شوق پیدا ہو۔ اور بچپن کی چندوں کی یادیں آئندہ کے لئے ان کے چندے دینے کی ضمانت بن جائیں۔ یا ممد ثابت ہوں۔ میں نے اس سلسلے میں اپنی بچی سے سوال کیا (یعنی دو بچیاں جو شادی شدہ ہیں ان سے سوال کیا)، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم چندے دے رہی ہیں سب بچوں کی طرف سے لیکن جب پوچھا کہ ان کو علم ہے تو پتہ لگا کہ نہیں۔ یہ غلطی ہے۔ ہماری والدہ تو ہمیں بتا کر بلکہ پیسے دے کر پھر واپس لیا کرتی تھیں یہ سمجھا کر کہ تم چندہ دے رہے ہو میں نہیں دے رہی۔ تو اس کا بڑا گہرا نقش دل پر ثبت رہا اور ہمیشہ رہے گا۔ اس لئے اطفال کی تحریک کے سلسلے میں میں تمام دنیا کی جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ بچوں کے دفاتر اپنے ہاں قائم کریں اور آئندہ سے جو ماں باپ بچوں کی طرف سے چندہ دیں ان کو بتا کر دکھا کر دیں بلکہ ان کو دے کر پھر واپس لیں۔ اور کہیں کہ یہ چندہ تمہاری طرف سے ہے۔ اگر ایسا کریں گے تو بچوں کے چندوں میں بھی فرق آنا شروع ہو جائے گا۔ وہ بچوں کے چندے جو ماں باپ کی طرف سے لکھوائے جاتے ہیں مثلاً پاکستان میں اگر چھ روپے مقرر ہے تو اکثر صورتوں میں چھ روپے ہی رہتے ہیں لیکن جہاں بچے شامل ہو جائیں اور اپنے مزاج اور اپنے شوق کے مطابق لکھوائیں وہاں اونچ نیچ پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئی بچہ چھ دے رہا ہے کوئی دس دے رہا ہے کوئی پندرہ دے رہا ہے۔ بعض بچے اپنے جیب خرچ اکٹھے کرتے ہیں اور پھر سارے کے سارے دے دیتے ہیں۔ یہ وہی مقصد ہے جس کی خاطر دفتر اطفال کو الگ کیا گیا تھا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ (اللہ نے چاہا ہو) باقی دنیا میں بھی دفتر اطفال الگ ہو گا تو آئندہ نسلوں کی تربیت کی بہت توفیق ملے گی۔

دفتر اطفال میں ربوہ اول رہا

اب دفتر اطفال میں پاکستان میں جو اول دوم سوم آئے ہیں ان کا اعلان کرتا ہوں۔ سب سے پہلے تو اہل ربوہ خوشخبری سننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ سارے پاکستان میں سب سے زیادہ دفتر اطفال میں ربوہ کے بچوں نے حصہ لیا ہے۔ اور کمیت کے لحاظ سے بھی کیفیت کے لحاظ سے بھی خدا کے فضل سے ربوہ کے بچوں نے اٹھاسی ہزار پانچ سو اڑتیس روپے اس مد میں ادا کئے۔ دوسرے نمبر پر لاہور کی باری ہے اور تیسرے نمبر پر کراچی کی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ کراچی زیادہ دیر تک تیسرے نمبر پر نہیں رہے گا۔ کافی شرمندہ ہوں گے یہ سن کے کہ وہ لاہور سے تقریباً تیسرا حصہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ یعنی لاہور تین حصے آگے بڑھ گیا ہے ان سے۔ اب میں زیادہ اعداد و شمار نہیں بتاتا کیونکہ شرمندہ کرنا مقصود نہیں بلکہ محض مہمیز دینا میرے پیش نظر ہے۔ تاکہ ولولے پیدا ہوں اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ راولپنڈی چوتھے نمبر پر آتا ہے۔ گوجرانوالہ پانچویں نمبر پر۔ سیالکوٹ چھٹے پر۔ سرگودھا ساتویں پر۔ فیصل آباد آٹھویں نمبر پر۔ شیخوپورہ نویں نمبر پر اور تھرپارکر دسویں نمبر پر۔

اب میں اس مضمون کی طرف آتا ہوں جس کا میں نے ابتداء میں تعارف کروایا تھا۔

سب سے بڑی ضرورت انسانی قدروں کی بحالی ہے

اس وقت دنیا کو سب سے زیادہ انسانی قدروں کو بحال کرنے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ انسانی قدریں ہر پہلو سے پامال ہو رہی ہیں۔ ہر قسم کے جرائم بڑھ رہے ہیں اور ان کے نتیجے میں انسانی ضمیر کچلا جا رہا ہے۔ اور اکثر جگہ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ضمیر دم توڑ چکا ہے۔ کوئی حیاء کسی قسم کی غیرت کوئی انسانیت کی امن بھی بعض جگہ دکھائی نہیں دیتی۔ مثلاً جہاں چھوٹے بچوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ جہاں بیگار کیمپ اس طرح چلائے جا رہے ہیں کہ کسی کے معصوم بچے کو اغوا کر کے اس کو نہایت خطرناک تکلیف دہ مزدوری میں مبتلا کر کے چند پیسے کمانے کی خاطر اتنے بڑے ظلم توڑے جا رہے ہیں ساری زندگی کے لئے اس بچے کے لئے بھی عذاب کی زندگی ہے اور ان ماں باپ کے لئے بھی عذاب کی زندگی ہے۔ کسی کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے کہاں چلے گئے بچے۔ اور اتنے خوف و ہراس میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ آواز بھی بلند نہیں کر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سکتے ۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ ایک احمدی بچہ اغوا ہونے کے بعد اسی قسم کے ایک کیمپ سے بھاگ کر پہنچا تھا اور اس نے جو روداد سنائی ہے وہ تو ایسی ہے کہ دل بیٹھتے تھے سن کے اللہ تعالیٰ کا محض فضل اور احسان تھا اس کی دعاؤں کے نتیجے میں اسے توفیق مل گئی۔ ورنہ جو جو کام وہاں ہوتے ہیں اور کئے جاتے ہیں اور جس جس قسم کی گراوٹ کی باتیں وہاں ہوتی ہیں ان کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کیمپ پاکستان میں، اسلامی مملکتِ پاکستان میں بھی جاری ہیں اور ہندوستان میں بھی۔ اور وہ جو اسلام کے نام پر جہاد کرنے والے پٹھان ہیں بدقسمتی سے سب سے زیادہ وہ اس میں ملوث ہیں۔ عجیب و غریب تضادات کی دنیا بن چکی ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ انسانی قدریں تو پاؤں تلے روندی جائیں بلکہ ایسی گندی کر دی جائیں کہ ان پر پاؤں رکھتے ہوئے حیا آتی ہو اور باتیں ہوں آسمان کی اور الوہیت کی اور خدا کی عزت و جلال کی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حمد و ثناء کے گیت گائے جا رہے ہوں۔ اور نیچے یہ ہو رہا ہو۔ اتنا بڑا تضاد ہے کہ اس تضاد سے میری طبیعت میں متلی پیدا ہونے لگتی ہے۔ پس انسانی قدروں کے لئے ایک عالمی جہاد کی ضرورت ہے اور جماعت کو ہر جگہ موضوع بنانا چاہیئے اس کو۔ انگلستان یورپ وغیرہ میں یہ بدی اور طرح سے پائی جاتی ہے۔ وہاں بھی پائی جاتی ہو گی۔ لیکن یہاں تو ماں باپ اپنے ہی معصوم بچوں پر ظلم کرتے ہیں یا ان کے رشتہ دار ظلم کرتے ہیں یا ویسے بچوں کو پکڑ کر لے جاتے ہیں زیادتی کی اور پھر بہیمانہ طور پر قتل کر کے پھینک دیا۔ یہ ساری ایسی بیماریاں ہیں جو گہری دبی ہوئی ہیں۔ اور جو باتیں چند میں بتا رہا ہوں یہ پھوڑے ہیں جو ان گہری بیماریوں میں سے کہیں کہیں سطح پر پھوٹ رہے ہیں۔ جب تک سارے خون میں فساد واقع نہ ہو جائے اس وقت تک ایسے مکروہ پھوڑے جسم پر نہیں ہوا کرتے۔ پس ان بیماریوں کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انسان کی بڑی بدنصیبی ہے کہ بنیادی انسانی قدروں سے نا آشنا ہو چکا ہے۔ اور جو رہی سہی قدریں ہیں ان کا خون مذہبی راہنما کر رہے ہیں اور ان قدروں کو ملیا میٹ کرنے کے لئے گویا انہوں نے ایک برعکس جہاد کا اعلان کر رکھا ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ یہ تو میں انسان کے ایسے مظالم جس میں کوئی ملاّ کوئی پنڈت کوئی پادری براہ راست ذمہ دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ اپنی مسجدوں، مندروں، معابد سے یہ تو اعلان نہیں کرتا کہ تم ایسے ایسے مظالم ایک دوسرے پر کرو لیکن بالواسطہ ذمہ دار ضرور بن جاتا ہے کیونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے یہ سارے واقعات سوسائٹی میں ہو رہے ہوتے ہیں اور اس کی انسانیت کی رگ نہیں پھڑکتی۔ خدا تعالیٰ سے محبت کے تقاضوں میں انسانی محبت کا تقاضا داخل ہی نہیں ہے۔ گویا معبود کی دنیا الگ ہے اور عبادت کرنے والوں کی دنیا الگ ہے۔ جو محبت کا رخ ہے آسمان ہی کی طرف ہے اور زمین محبت سے خالی ہو گئی ہے۔ ایسی محبت جو محض خدا سے کی جائے اور بنی نوع انسان سے اس محبت سے ہاتھ کھینچ لئے جائیں اس محبت کو رفع ہو ہی نہیں سکتا۔ لعنتوں اور پھٹکاروں کے ساتھ یہ محبت ان لوگوں کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ اس لئے بلاواسطہ تو نہیں لیکن بالواسطہ یہ لوگ یقیناً ذمہ دار ہیں جن کے مقاصد زندگی میں یہ بات داخل ہے کہ اللہ کی محبت کے ساتھ بنی نوع انسان کے حقوق کا تصور پیدا کریں ان کا پیار دلوں میں پیدا کریں اور ظلم اور سفاکی کو دنیا سے مٹانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔

مذہب کے نام پر نفرت کی تعلیم

لیکن ایک اور ظلم ہے جس میں یہ بلاواسطہ خود شریک ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ مذہب کے نام پر نفرتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور اس کثرت سے اور اس بے حیائی سے دنیا کے ہر مذہب میں یہ ہو رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ ان لوگوں کی عقلیں گئی کہاں ہیں۔ مذہب کے اعلیٰ مقاصد میں خدا کی عبادت ہے اور خدا کی عبادت بندوں کے ساتھ حسن سلوک از خود سکھاتی ہے۔ جس عبادت کے نتیجے میں انسان خدا کی مخلوق سے دور ہو رہا ہے وہ (ـ) اللہ کی عبادت نہیں قرار دی جا سکتی۔ اس عبادت کا کیا فائدہ جس کے نتیجے میں خالق اور مخلوق کے درمیان فرق کر دیئے جائیں اور خالق کے نام پر مخلوق پر ظلم توڑے جا رہے ہوں۔ پس اس وقت مذہبی بحثوں کا وقت نہیں ہے۔ وہ بھی جہاں مناسب ماحول ہو وہاں چلیں گی لیکن انسانیت کو اس وقت انسان بننے کا پیغام دینے کی ضرورت ہے۔ انسانی قدروں کے لئے ایک عالمی سطح کا جہاد جاری کرنے کی ضرورت ہے۔

سربراہان حکومت دانشوروں اور صحافیوں کو خطوط لکھیں

پس اس پہلو سے میں جماعت احمدیہ کو دعوت دیتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ انفرادی طور پر یا من حیث الجماعت جماعتی طرف سے یہ کوششیں کامیاب نہیں ہو سکتیں جب تک دوسروں کو بھی اس معاملے میں عقل دے کر اور دعوت دے کر ساتھ شریک نہ کریں ہمیں اس پیغام کو عام کرنا ہو گا۔ اور اگر مثلاً جماعت احمدیہ کی طرف سے حکومتوں کے سربراہوں کو بڑے بڑے دانشوروں کو اخباروں میں لکھنے والوں کو جو اہلِ قلم لوگ ہیں ان کو خطوط لکھے جائیں۔ ان کو سارا سال اس طرف متوجہ کیا جائے اور مختلف تجاویز ان کے سامنے رکھی جائیں تو پھر یہ ایک ایسی کوشش ہے جو ہو سکتا ہے بعض ایسے دلوں میں بھی تبدیلی پیدا کرے۔ جو دل بااختیار ہیں جن کے پیچھے ایک قوم ہے۔ ان ہاتھوں میں بھی یہ جنبش پیدا کر دیں جن ہاتھوں میں عنانِ حکومت تھمائی جاتی ہے۔ جوان دماغوں میں ایک تبدیلی پیدا کر دیں جن کی فکر قوم کی فکر بن جایا کرتی ہے۔ پس ہر پہلو سے اہلِ دانش، اہلِ قلم، اہلِ دل لوگوں کو جماعت احمدیہ کی طرف سے سمجھا کر محبت سے پیار سے یہ باتیں پہنچانی ضروری ہیں اور سارا سال آئندہ دنیا کی ہر جماعت جو میرے اس پیغام کو سن رہی ہے اس میں چھوٹے بڑے سب شریک ہو جائیں۔ اگر بچے اپنی زبان میں ایک بات لکھ سکتے ہیں تو کیوں نہ لکھیں۔

بچوں کے محبت بھرے خطوط

بعض دفعہ بچوں کی زبان زیادہ دل پر اثر کرتی ہے۔ اور واقعۃً بڑا گہرا اثر کرتی ہے۔ میں نے تو دیکھا ہے کہ جن بچوں کو کہنا نہیں آتا وہ بھی کچھ لکھ دیں تو دل پر اثر پڑ جاتا ہے۔ مجھے بعض دفعہ بچوں کے ایسے خط آتے ہیں کہ اپنی طرف سے انہوں نے ایک بہت خوبصورت عبارت لکھ کے بھیجی ہوتی ہے اور وہ صرف گول مٹول حروف ہیں اور صرف چکر لگائے ہوتے ہیں جیسے کوئی مکھی کو سیاہی میں بھگو کر کاغذ پر پھیلا دیں یا مکڑی کو سیاہی میں بھگو کر کاغذ پر پھیلا دیں اور اپنے والدین کو وہ کہتے ہیں کہ پتہ اس پر لکھ کر بھیج دیں۔ میں نے اپنی طرف سے ایک بہت اچھا خط لکھا ہے مجھے اس کا جواب چاہیئے۔ چنانچہ بڑا مزا آتا ہے اس خط کو پڑھنے کا۔ بڑا لطف آتا ہے کیونکہ اس خط میں محبت ہی محبت ہوتی ہے اور جس محنت سے وہ بچہ لکھ رہا ہوتا ہے وہ ساری محنت از خود زبان بن جاتی ہے۔ تحریر بولنے لگتی ہے پتہ چلتا ہے کہ کتنا پیارا بچہ ہے کتنی محنت اس نے کی ہے کتنا اہتمام کیا ہے۔ قلم مانگا سیاہی لی کاغذ کہیں سے پکڑا۔ کہیں چھپ کر بیٹھ گیا اور اس نے کہا میں خط لکھ کر لاتا ہوں۔ تو پھر توقع یہ ہوتی ہے کہ میں اس کو جواب دوں۔ یہ زبانی پیغام مجھے پہنچا ہوتا ہے۔ تو بعض دفعہ میں بھی ویسی ہی تحریر بنا کر نیچے دستخط کر کے بھیج دیتا ہوں۔ اور ماں باپ کو کہتا ہوں کہ گونگے کی بولی ماں باپ ہی سمجھتے ہیں تو آپ بھی سمجھتے ہوں گے۔ یہ زبان آپ ان کو بتا دیں کہ کیا لکھا ہوا ہے پتہ نہیں وہ ٹھیک میری زبان پڑھتے ہیں یا نہیں مگر میں بچوں کی زبان تو ٹھیک پڑھ لیتا ہوں۔

اخلاق اٹھ گئے تو مذہب کا کچھ نہیں رہے گا

تو بچے بھی لکھیں جس حد تک توفیق ہے۔ ملکوں کے سربراہوں کو لکھیں۔ دانشوروں کو لکھیں، مولویوں کو لکھیں۔ پنڈتوں کو لکھیں، پادریوں کو لکھیں۔ کہ خدا کا خوف کرو۔ مذہب کا رہے گا کیا۔ اگر اخلاق دنیا سے اٹھ گئے۔ اگر انسانیت ہی قائم نہ رہی تو کیا خدا حیوانوں سے رشتے قائم کرے گا۔ ان حیوانوں میں کیوں نہ خدا نے نبی بھیج دیئے۔ جن سے بدتر تم ہوتے چلے جا رہے ہو۔ اس لئے انسان کو انسانیت کے آداب سکھاؤ۔ جماعت احمدیہ نے ایک عالمگیر تحریک پیش کی تھی جس کا ذکر میں نے گزشتہ خطاب میں بھی کیا تھا۔ پیشوایانِ مذاہب کے جلسوں کا انعقاد۔ بہت مفید ہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ اب انسانیت کے نام پر ہمیں جلسے کرنے چاہئیں۔ "تحریک بہبود انسانیت" کے نام پر تمام دنیا میں جلسے قائم کرنے چاہئیں۔ اس میں صرف مذاہب کے نمائندے نہیں آئیں گے۔ دہریے بھی آئیں گے۔ ہر قسم کے لوگ آئیں گے۔ ان کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ انسانیت ہے کیا؟ انسانیت کا شرف دنیا میں دوبارہ قائم کئے بغیر انسانی قدروں کو بحال کئے بغیر ہم جو عالمی انصاف کی یا عالمی امن کی باتیں کرتے ہیں وہ صرف منہ کی باتیں ہیں۔ ان میں کوئی بھی حقیقت نہیں ہوتی۔ پس اس سلسلے میں بڑے دلچسپ پروگرام بنائے جا سکتے ہیں۔ بڑے اچھے اچھے جلسے کئے جا سکتے ہیں اور ان جلسوں میں پسماندہ قوموں کے حقوق پر بھی بحث ہو سکتی ہے۔ لیکن دراصل یہ بعد کی باتیں ہیں پہلے میں سمجھتا ہوں کہ انسانی قدروں کی صرف بات ہونی چاہیئے۔ انسانی قدروں کے حوالے سے بعض دفعہ یہ بات بھی آئے گی کہ ہم ایک ملک میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ایک اور ملک ہے جہاں فاقے کئے جا رہے ہیں اگر انسانی قدریں زندہ ہوں تو یہ نہیں ہو سکتا انسانی قدروں کی راہ میں قومی دیواریں حائل ہو گئی ہیں۔ کہیں مذہبی دیواریں حائل ہو جاتی ہیں کہیں نظریاتی دیواریں حائل ہو جاتی ہیں۔ پس ان سب مصنوعی جھوٹی دیواروں کا ٹوٹنا ضروری ہے اور وہ اندرونی دباؤ سے ٹوٹنی چاہئیں بیرونی حملے سے نہیں اندرونی دباؤ جو انسانیت کے زندہ ہونے سے دلوں میں پیدا ہو گا۔ قوم کے اندر جب مجموعی طور پر زیر و بم دکھائے گا۔ اونچ نیچ ہو گی۔ اس کے اندر جذبات کبھی بعض دفعہ کمی آتی ہے۔ بعض دفعہ زیادتی ہوتی ہے تو یہ میری مراد ہے کہ جب انسانیت کے سانس چلنے لگیں گے۔ جب انسانیت کا دل دھڑکنے لگے گا۔ جب انسانی جذبات میں تموج پیدا ہونے لگے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا۔ تو وہ اندرونی دباؤ ہے جو تعصب کی دیواریں توڑے گا۔ ورنہ تعصب کی دیواریں باہر سے نہیں توڑی جا سکتیں۔ یہ گہرا نفسیاتی نکتہ ہے۔ تعصب کی دیواروں کو جب باہر سے توڑنے کی کوشش کرو گے۔ تعصب بڑھے گا۔ پس اندر سے سوچوں کو بدلنا پڑے گا۔ نظریات میں تبدیلی پیدا کرنی ہو گی۔

آج دنیا انسانیت کے لئے ترس رہی ہے

پس جماعت احمدیہ کے جتنے فکر رکھنے والے دل رکھنے والے صاحبِ نظر لوگ ہیں ان سب سے میں درخواست کرتا ہوں کہ اپنی صلاحیتوں کو استعمال کریں اور ہر احمدی دراصل عام گفت و شنید کے ذریعے بھی چھوٹے چھوٹے حسین جزیرے قائم کر سکتا ہے۔ ہر انسان کے اندر ایک بنیادی مادہ ہونا چاہیئے۔ پھیلنے کی صلاحیت۔ اور بعض پیغامات ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ذات میں پھیلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ پیغام بھی ان پیغاموں میں سے ایک ہے ایک ایسا پیغام ہے جو فی الحقیقت انسانی دل کی آواز ہے۔ انسانی فطرت سے پھوٹا ہوا پیغام ہے۔ پس احمدی خواہ دانشور ہو یا غیر دانشور ہو پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ ہو۔ اگر وہ اپنے ماحول میں ایک زندہ پیغام کی بات کرتا ہے تو اس کا پیغام اسی طرح سنا جائے گا جیسے کہا گیا ہے کہ۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

پس زندہ پیغام کی یہ نشانی ہوتی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آج دنیا غیر انسانی ہوتے ہوئے بھی انسانیت کے لئے ترس رہی ہے۔ اس کی یہ گہری فطرت کی آواز ہے کہ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ پس جب احمدی یہ آواز بلند کرے گا تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ یہ آواز تو دل سے اٹھیگی اور دل میں ضرور جا بیٹھے گی۔ اور پھر وہاں نشوونما پائے گی پھر پھوٹے گی اور ہر طرف اپنے دائیں بائیں دوسرے غیر انسانی لوگوں کو انسان بنانے کے لئے کوشاں ہو جائے گی۔

پس ایک تو جلسوں کے متعلق تھا۔ یعنی انسانیت کے موضوع پر جلسے کرنے چاہئیں۔

تاریخی نفرتیں دور کرنے کے لئے حکومتیں معاہدے کریں

دوسرے میں سمجھتا ہوں کہ حکومتوں کو اس نکتہ نگاہ سے آپس میں معاہدے کرنے چاہئیں خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں نفرتیں پائی جاتی ہیں یا بعض نفرتیں تاریخی طور پر لمبی گہری جڑیں ہمارے ماضی میں پھینکے ہوتے ہیں اور جمائے ہوئے ہیں۔ اور حقیقت میں نفرت اسی وقت زیادہ خطرناک بنتی ہے جب اس کی جڑیں زیادہ دور تک ماضی میں دراز ہو چکی ہوں۔ مذہبی نفرتوں کا بھی یہی حال ہے قومی اور مذہبی نفرتوں کا بھی یہی حال ہے۔ وہ نفرت کی تاریخ پیچھا نہیں چھوڑتی۔ وہ بعض بدبخت کھود کر نکالتے ہیں اور پھر ماضی کی نفرتوں کو حال میں اور مستقبل میں تبدیل کرتے رہتے ہیں ان کا کام ہی یہ ہے۔ پس اس پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ حکومتوں کے درمیان سمجھوتے ہونے چاہئیں اور ایک ضابطۂ حیات طے ہونا چاہیئے۔ مثلاً پاکستان اور ہندوستان کے درمیان یہ جو ایک تاریخی نفرت ہے ہندو مسلمان کی اور بعض دفعہ یہ سکھ مسلمان نفرت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ ہندو سکھ کی نفرت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ اچھوت غیر اچھوت نفرت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ ساری وہ نفرتیں ہیں جن کی جڑیں ہندوستان کی تاریخ میں سینکڑوں سال تک گہری ہیں۔ اور ان کے متعلق جب تک ہندوستان پاکستان اور بنگلہ دیش کی حکومتیں مل کر یہ فیصلہ نہ کریں کہ ہم اپنے اپنے ملک میں اس قسم کی نفرتوں کو نہیں پنپنے دیں گے اور اس ضمن میں بعض اصولی فیصلے کر کے اپنے اپنے ملک کے قوانین میں ان فیصلوں کو داخل کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو سنجیدگی کے ساتھ ایک ایسا قدم ہو گا جس کے اچھے نتائج کی توقع کی جا سکتی ہے۔ ورنہ محض منہ کی باتیں ہیں۔

سب ملکوں کے لئے قابلِ قبول ضابطۂ حیات بنائیں

دوسرے ان نفرتوں کو کم کرنے کے لئے یعنی انسان اور انسان کے درمیان نفرت کو کم کرنے کے لئے مذہبی لحاظ سے بھی ایسے ضابطۂ حیات کی ضرورت ہے جو سب دنیا کے ملکوں کو قابلِ قبول ہو۔ خواہ قبول کریں یا نہ کریں۔ لیکن قابل قبول ضرور ہو۔ یعنی کوئی عقلی دلیل اس کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً اگر یہ ضابطہ، جیسا کہ آجکل پاکستان میں رائج ہے اگر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تو کسی کے لئے قابلِ قبول نہیں ہے۔ ہمیں بحیثیت مسلمان ہونے کے باقی سب سے زائد حق حاصل ہے۔ یہ حق حاصل ہے کہ تمہارے مذہب کو تبدیل کریں۔ تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم ہمارے مذہب کو تبدیل کرو۔ اب یہ ایک ایسا پیغام ہے جس کے عالمی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور غیر عالمی مقامی پیغام اسلام کی طرف منسوب کرنا ظلم ہے اس کا جھوٹا ہونا اسی سے ثابت ہے کہ یہ جغرافیائی پیغام ہے جو محدود علاقوں کے لئے ہے کتنے ملک ایسے ہیں اور کتنے طاقتور ہیں وہ ملک جن میں اسلام مذہب کے طور پر غالب ہے۔ بھاری اکثریت دنیا کے ممالک کی ایسی ہے جن میں یا تو اسلام کا ذکر ہی کوئی نہیں یا ہے تو بالکل معمولی حیثیت میں ہے۔ اور ایسے بھی بہت سے ملک ہیں۔ جہاں اسلام موجود ہے حیثیت بھی ہے لیکن اکثریت کی طاقت حاصل نہیں ہے ایسا ضابطۂ حیات بعض ملکوں میں اختیار کر لینا۔ اسلام کے نام پر جس میں فی ذاتہٖ زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں جس کو کل عالم کا پیغام بنایا نہیں جا سکتا۔ قومیں اور قوموں کی فطرتیں اس کو قبول نہیں کریں گی۔ ایسے پیغام کو اسلام کے نام پر دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرنا ایک قومی مذہبی خودکشی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

میثاق مدینہ کو دنیا میں رائج کریں

پس ایسا ضابطۂ حیات طے کریں اور ایسا ضابطۂ حیات طے کرنے کا شعور اور سلیقہ اسلامی ملکوں کو تب آئے گا جب غیر اسلامی ملکوں سے گفت و شنید کریں گے۔ اور آپس میں صلح کی خاطر امن کی خاطر ایسے سمجھوتے کرنے کی کوشش کریں گے جو یکساں دونوں ملکوں میں قابل عمل ہوں۔ جب یہ آپ بات کرتے ہیں تو انسانی قدر مشترک کی بات از خود آ جاتی ہے۔ پس یہ اس پہلو سے انسانیت کو فروغ دینے کی کوششوں میں سے ایک اہم کوشش ہو گی۔ پس ضابطۂ حیات طے کریں مثلاً جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ عدل کی حکومت ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے نہ صرف فرمایا بلکہ کر کے دکھایا۔ اگر عالم اسلام مدینے کا چارٹر جو چارٹر آف مدینہ کے نام سے مشہور ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودیوں اور وہاں کے بسنے والے مشرکین کے درمیان اور عیسائیوں کے درمیان ایک معاہدے کی شکل میں لکھا گیا۔ اس چارٹر کو اگر ساری دنیا کے پیس چارٹر PEACE CHARTER کے طور پر پیش کیا جائے صرف ایک فرق کے ساتھ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی لیڈر شپ کے الفاظ دنیا وہاں قبول نہیں کرے گی اور ویسے بھی وہ چارٹر اس حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زندگی تک عمل رکھتا تھا لیکن اس پہلو کو چھوڑ کر مدینہ کا چارٹر ساری دنیا کے لئے امن کا چارٹر بن سکتا ہے۔ بہت ہی گہرے عدل پر مبنی ہے اور کسی قوم کو اس چارٹر کے بعد کسی دوسری قوم سے خطرہ درپیش نہ ہو گا۔ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش برما۔ ان سب ملکوں میں یہ مسائل بڑے بھاری اور گہرے مسائل ہیں۔ یعنی آپس میں مذہبی منافرتوں کے مسائل تو ان کو یہ اختیار کرنا چاہیئے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ان سب ملکوں کا بھلا ہو گا۔ لیکن پتہ نہیں کیوں یہ مذہبی جنون کی حوصلہ شکنی نہیں کر رہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سیاستدان ذمہ دار ہے۔ سیاستدان کی خود غرضی ہے جو ساری قوم پر اور بلکہ ساری انسانیت پر یہ ظلم کر رہی ہے لیکن جب ملک آپس میں بیٹھیں گے تو ایک دوسرے کو تقویت دے رہے ہوں گے۔ یہ اپنے اپنے ملک کے مذہبی جنونیوں سے کم ڈریں گے۔ اور ایک بڑی سطح پر ایسے فیصلے کرنے کی زیادہ اہلیت رکھیں گے کہ مذہب میں اس بات کی اجازت ہو گی اس بات کی نہیں ہو گی۔ مثلاً چند باتیں ہیں جو مختصر وقت میں میں آپ کے سامنے رکھ سکتا ہوں۔

تبلیغ کی آزادی مذہبی آزادی کا حصہ ہے

اول یہ کہ مذہبی آزادی کو ان سب ملکوں کو تسلیم کرنا ہو گا۔ اور مذہبی آزادی میں تبلیغ کرنے کے حق کو بھی تسلیم کرنا ہو گا۔ اگر یہ حق تسلیم کیا جاتا ہے تو ہر پاکستانی مسلمان کو یہ حق ہو گا کہ ہر ہندو کو تبلیغ کرے۔ اور ہر ہندو کو ہندوستان میں بھی اور پاکستان میں بھی یہ حق ہو گا کہ وہ مسلمان کو تبلیغ کرے۔ اس حق کے ساتھ جو بین الاقوامی حیثیت کا حق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے کسی مذہب کو کسی دوسرے مذہب پر فوقیت نہیں دی جا سکتی بلکہ برابر کا حق ہے۔ اور اصل میں تبلیغ میں یہ برابری کا حق ہونا شامل ہے۔

(لوگوں) کو اس بات کی عقل نہیں آتی کہ اگر صرف تبلیغ کا حق اپنے لئے محفوظ کر دالتے ہیں تو تبلیغ کہتے کس کو ہیں۔ پیغام پہنچائیں گے کسی کو کہ نہیں پہنچائیں گے۔ جب پہنچائیں گے تو کیا اس کو جواب کا حق نہیں دیں گے۔ اس کو کہیں گے کہ تمہارے دل میں خواہ کتنے خدشات ہوں کتنے بھاری اعتراضات ہوں منہ سے نہیں بولنا۔ اور اگر کہیں گے کہ بولو تو وہ بھی پھر تبلیغ کر رہا ہے آپ کو۔ تو تبلیغ تو یکطرفہ ہو ہی نہیں سکتی۔ انتہائی جاہل دماغوں کی پیداوار ہے یہ فارمولا کہ مسلمان دوسرے کو تبلیغ کر سکتا ہے غیر مسلمان دوسرے کو تبلیغ نہیں کر سکتا۔ اختلافِ رائے کو کھنگالنے کا نام ہی تو تبلیغ ہے۔ اور عقل کو اور دلوں کو قائل کرنے کے بعد کسی دوسرے کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کا نام ہی کامیاب تبلیغ ہے۔ ہندو کو بھی حق ہے۔ سکھ کو بھی حق ہے۔ ہر اقلیت کو حق ہے اور اس حق کے سوا کوئی عقل کا فیصلہ ہے ہی نہیں۔ اس کے متبادل اور کوئی تجویز نہیں ہے۔ جب یہ تسلیم کریں گے تو اس کے ساتھ ہی پھر دوسرا سوال اُٹھ کھڑا ہوگا کہ جب تبلیغ کریں گے تو منافرتیں پھیلیں گی۔ یہاں پہنچ کر جماعت احمدیہ ان کی بڑی عمدہ قدم قدم رہنمائی کر سکتی ہے۔ اختلاف رائے کا اظہار کرنا ہرگز انسانی حقوق کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ انسانی حقوق میں داخل ہے۔ کسی مذہب کے عقائد کو تسلیم نہ کرنا ہرگز دل آزاری نہیں کہلا سکتا کیونکہ یہ ایک فطرتی بات ہے کہ میں وہی مانوں گا جو میں سمجھتا ہوں اور جو میں سمجھتا ہوں اگر میں وہ بیان کروں تو یہ کسی کی دل آزاری نہیں ہے حقیقت ہے (۔)

ہر مذہب کے سربراہ کی عزت کے تحفظ کا قانون بنایا جائے

یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ عقائد کے اختلاف کو جب آپ قانونی طور پر تسلیم کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عقیدۃً جب کوئی کسی مذہبی رہنما کو سچا نہ سمجھے تو یہ اس کی ہتک نہیں ہے اور کسی کے لئے اس میں دل آزاری کا کوئی سوال نہیں۔ اس کے لئے تبلیغ کی اجازت ہے۔ سمجھاؤ کہ وہ سچا ہے۔ یہی اس کا علاج ہے۔ لیکن اگر اس کے متعلق ایسی بات کرتا ہے، کسی سربراہ کے متعلق جو اپنے اظہار میں ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ جس میں گالی سے کام لیا گیا ہے۔ گستاخی سے کام لیا گیا ہے مخالفت کی گئی ہے مخالفت عقیدے کی نہیں بلکہ گند اچھال کر اپنے بغض کو ظاہر کیا گیا ہے ایسا شخص لائق تعزیر ہے۔ قانون اگر بنایا جا سکتا ہے تو اس حد تک بنایا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر ضرورت کے اپنے کسی مخالف کے ایسے بزرگ کو جو اس کے نزدیک عزت رکھتا ہے، خواہ اس کہنے والے کے نزدیک نہ رکھتا ہو۔ ایسے لفظوں سے یاد کرے گا جو تہذیب سے گرے ہوئے اور بدتمیزی کے لفظ ہیں وہ قطع نظر اس سے کہ اس کے دل میں کیا ہے۔ ایسا شخص واجب التعزیر ٹھہرے گا۔ اور یہ تعزیر مقرر کرتے وقت تمام دنیا کے مذہبوں کے بزرگوں کے لئے برابر کے حقوق تسلیم کرتے ہوں گے۔ یہ پیغام دراصل قرآنِ کریم میں موجود ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ (۔) مومن یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے تو اس سے یہی مراد ہے کہ عزتوں کے فرق ضرور ہوں گے مراتب کے فرق ضرور ہوں گے مگر ایک ہی انصاف کے قانون سے ان ساروں سے سلوک کیا جائے گا۔ یا دوسرے لفظوں میں ان کی قوموں سے سلوک کیا جائے گا۔

تو اسی قسم کے اور بہت سے ضوابط ہیں جو میرے ذہن میں ہیں میں (اللہ نے چاہا تو) آئندہ خطبے میں خواہ اس کا موضوع کچھ اور ہو، شروع میں اسی مضمون کو جاری رکھوں گا۔ تاکہ اس بات کو پوری طرح سمجھا کر ختم کیا جائے میں سمجھتا ہوں کہ انسانی اقدار کو دوبارہ دنیا میں قائم کرنے کے لئے یہ ساری کوششیں انتہائی ضروری ہیں اور احمدیوں کو حسب تفصیل سے علم ہوگا کہ میرے ذہن میں امن عالم کے قیام کے لئے کیا کیا تجاویز ہیں انسانی قدروں کو بحال کرنے کے لئے کیا معین باتیں میرے ذہن میں ہیں۔ (اللہ نے چاہا تو) پھر وہ پہلے سے زیادہ مسلح ہو کر اس جہاد میں حصہ لے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اب میں ساری دنیا کی جماعتوں کو جو اس وقت مجھے دیکھ رہی ہیں یا سن رہی ہیں اور احباب جماعت مردوں، بچوں عورتوں کو ایک دفعہ پھر محبت بھرا اسلام کہتا ہوں اور اجازت چاہتا ہوں۔ اب (اللہ نے چاہا تو) یہ ملاقاتیں بار بار ہوتی رہیں گی۔ اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ (اللہ نے چاہا تو) وہ وقت بھی آجائے گا جب ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے ایک ٹیلی ویژن دوسرے ملک میں نصب ہوگا ایک یہاں اور اس ملک کے باشندے ہیں دیکھ رہے ہوں گے ہم ان کو دیکھ رہے ہوں گے پھر آمنے سامنے کی تمنائیں بھی اللہ ایک دن پوری کرے گا۔ خدا کرے وہ دن جلد طلوع ہو۔

وصایا

ضروری نوٹ:۔

مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جا رہی ہے کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق یا کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری

مجلس کارپرداز۔ ربوہ

مسل نمبر ۳۸۷۳۹ میں نفیسہ ندیم زوجہ عبداللہ ندیم۔ قوم سید پیشہ خانہ داری عمر ۴۴ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن ۳۵/۱۱ فیکٹری ایریا ربوہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴-۱۱-۹۲ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ (۱) زیورات طلائی وزن ۳۹ گرام مالیتی ۱۱۱۴۵/۰۰ روپے (۲) نقرئی سیٹ مالیتی ۳۰۰ روپے (۳) دو طلائی بالیاں مالیتی ۶۰۰ روپے (۴) حق مہر ۹۰۰۰ روپے وصول شدہ جو قومی بچت میں جمع ہے اس وقت مجھے مبلغ یکصد روپے ۱۰۰ روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ الامتہ۔ نفیسہ ندیم ۳۵/۱۱ فیکٹری ایریا ربوہ۔ گواہ شد نمبر ۱۔ سید عبدالغنی شاہ وصیت نمبر ۵۸۴۴ خسر موصیہ گواہ شد نمبر ۲۔ مبارک احمد شاہ وصیت نمبر ۱۸۴۰۰۔

مسل نمبر ۳۸۷۴۰ میں شاہدہ پروین زوجہ مکرم محمد شعیب طاہر قوم جٹ پیشہ خانہ داری عمر ۲۳ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن ۳۴/۳ دارالعلوم غربی ربوہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱-۱۱-۹۲ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ (۱) حق مہر دس ہزار روپے ۱۰۰۰۰ روپے (۲) زیور طلائی دس تولہ مالیتی ۳۰۰۰۰ روپے (۳) سیٹ چاندی مالیتی ایک ہزار روپے ۱۰۰۰ روپے۔ اس وقت مجھے مبلغ یکصد ۱۰۰ روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔ اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔

باقی ص۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ٹریفک کے نشانات

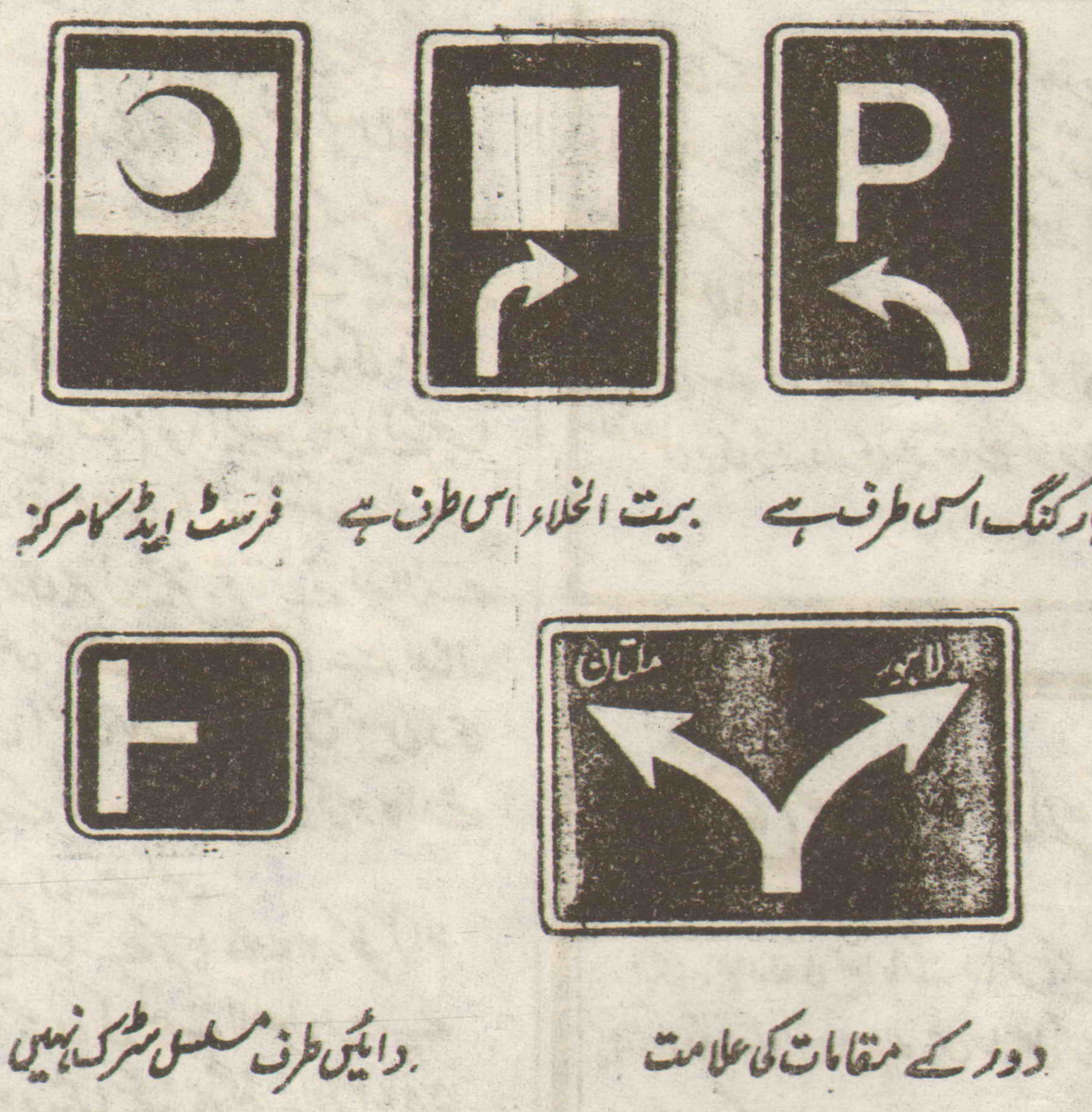

سانحۂ ارتحال

نہایت افسوس کے ساتھ احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ محترم ڈاکٹر محمد شفیع صاحب سابق صدر جماعت احمدیہ منڈی بھٹیاں حال دارالنصر غربی ربوہ ایک ہفتہ کی علالت کے بعد ۲ جنوری ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ شام پونے سات بجے بعمر ۱۰۱ سال رحلت فرما گئے۔

ایک وقت میں تین کام

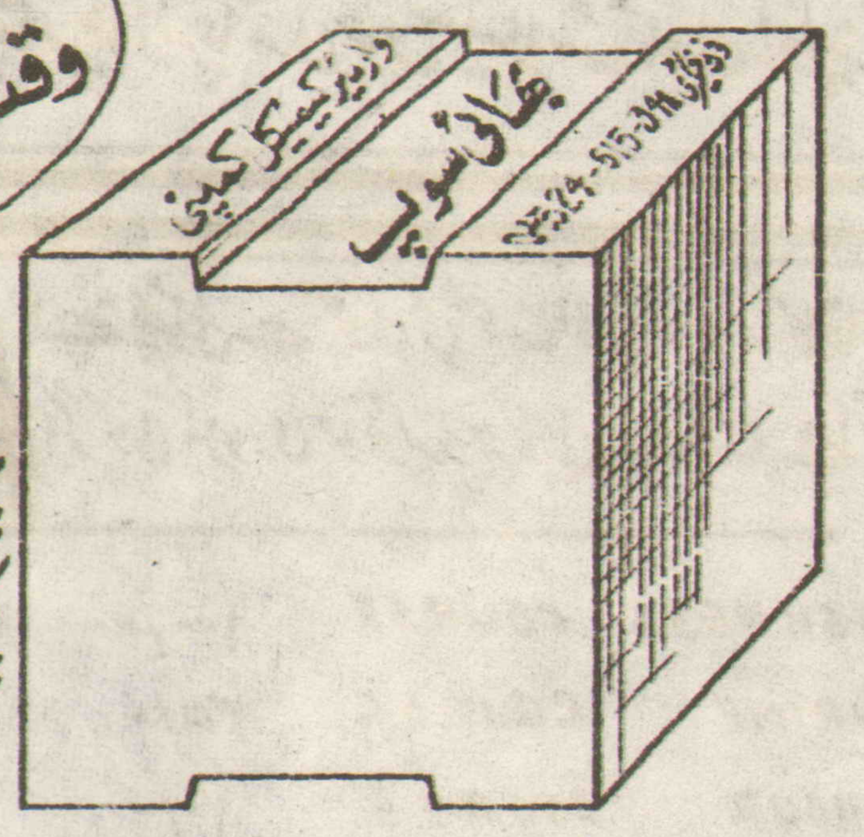

دھوئے بھی
چمکائے بھی
کپڑوں کو مہکائے بھی

WARRIOR **بھائی سوپ** رجسٹرڈ WARRIOR

وزن میں پورا ◉ معیار میں اعلیٰ

بھائی سوپ جدید اور اعلیٰ اجزاء سے تیار ہونے والا صابن جو کپڑوں کو صاف کرنے کے ساتھ ساتھ متعدی امراض کے جراثیموں سے بھی پاک کرتا ہے۔
اونی سوتی اور ریشمی کپڑوں کی اعلیٰ دھلائی کے لئے مشہور زمانہ وارئیر کیمیکل کمپنی کا بھائی سوپ استعمال کریں۔

وارئیر کیمیکل کمپنی (رجسٹرڈ) پاکستان فیصل آباد

فون نمبر سیل آفس فیصل آباد ۶۱۷۷۶۴ - ۴۷۷۶۴
فیکٹری ۶۱۵ - ۳۴۰ / ۰۴۵۲۴

بقیہ: صفحہ ۶ سے آگے

الامۃ ۔ شاہدہ پروین ۱۲/۳ دارالعلوم غربی ربوہ ۔ گواہ شد نمبر (۱) محمد شعیب طاہر ۔ مربی سلسلہ خاوند موصیہ وصیت نمبر ۲۶۳۱۸، گواہ شد نمبر (۲) سید عبدالغنی شاہ وصیت نمبر ۵۸۴۴۔

الطاف
فرنیشرز
شیخوپورہ روڈ ۔ فیصل آباد

قدیمی ـــ شہرہ آفاق
۱۹۱۱ء سے ایک ہی نام
دواخانہ حکیم نظام جان
چوک گھنٹہ گھر ۔ گوجرانوالہ فون ۷۳۹۹۷

برانچیں
٭ کراچی: فون: ۴۱۳۲۵۱
٭ لاہور: 1-D-3 گلشن راوی
٭ ملتان: چوک جان محمد معصوم شاہ روڈ
٭ منڈی بہاؤالدین: بالمقابل شاہ تاج شوگر ملز
٭ رحیم یار خان: فون: ۷۹۹۴
٭ ربوہ: اقصیٰ چوک کالج روڈ فون نمبر: ۵۵۸

خود مل کر تشخیص و مشورہ کے خواہشمندوں کی خاطر
حضرت حکیم نظام جان کے فرزند
حکیم عبدالحمید اعوان کا
ماہانہ پروگرام
٭ ۵ تا ۷ تاریخ ۔ مشہور دواخانہ نزد لیٹر بکس اقصیٰ چوک ربوہ ۔ فون ۹۰۶
٭ ۱۰ تا ۱۲ تاریخ ۔ سیکٹر آئی ۱۰/۲ گلی نمبر ۱۱ ۔ اسلام آباد ۔
٭ ۱۵، ۱۶ تاریخ ۔ مشہور دواخانہ چوک قلعہ کالر والہ ۔
٭ ۲۱ تا ۲۳ تاریخ ۔ مشہور دواخانہ محمود آباد نمبر ۳ کراچی ۔ فون ۵۴۸۱۶۹-۴۴
٭ ۲۵ تا ۲۷ تاریخ ۔ مشہور دواخانہ نزد پرانی کوتوالی حضوری باغ روڈ ۔ ملتان فون :۔ ۵۱۰۵۶۴-۴۴
باقی دنوں میں
مشہور دواخانہ نزد پنڈی بائی پاس جی ۔ ٹی روڈ گوجرانوالہ میں مشورہ ہو سکتا ہے۔ گوجرانوالہ فون ۲۱۸۵۳۴ / ۲۱۹۰۶۵

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو النّاصر
الرّحیم
جیولرز
پہلی منزل بھایانی چیمبرز
خورشید مارکیٹ حیدری
کراچی ۔ فون 664-0231
664-3442
فیکس (92-21) 6643299

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ربوہ میں لوڈ شیڈنگ کا شیڈول

محکمہ واپڈا کی اطلاع کے مطابق یہ لوڈ شیڈنگ ۱۰ جنوری ۱۹۹۳ء تک ہے۔
پہلا ٹائم: ½۳ بجے بعد دوپہر تا ۴ بجے بعد دوپہر
دوسرا ٹائم: ۱۰ بجے شب تا ½۱۰ بجے شب
تیسرا ٹائم: ۴ بجے صبح تا ۵ بجے صبح

○ یوگوسلاویہ کے صدر نے گذشتہ روز کہا کہ سارایوو کو آزاد کروانے کے لئے مسلمانوں کے جس حملے کا خطرہ تھا وہ اب انہوں نے شروع کر دیا ہے۔ اور اس حملے کی بناء پر بوسنیا سے جھگڑے کے سلسلے میں جو گفتگو ہو سکتی ہے اس میں رخنہ پڑنے کا ڈر ہے۔

○ بتایا گیا ہے کہ ہندوستان میں ہندو مسلم جھگڑوں کی وجہ سے خاص طور پر بابری مسجد کے سانحہ کے بعد سے یہ خطرہ بڑھ گیا ہے کہ ہندوستان کی فوج میں اتحاد نہ رہ سکے۔ آخر ہندوستانی فوج کے مسلمان کتنے بھی وفادار کیوں نہ ہوں انہیں اپنے مذہب سے جو لگاؤ ہے وہ بابری مسجد کو شہید ہوتے دیکھ کر کس طرح خاموش رہ سکتے ہیں۔

○ دفاع کے تجزیہ نگاروں نے کہا ہے کہ ہندوستان کی فوج جس کی تعداد ۱۲ لاکھ ہے اور جو دنیا کی سب سے بڑی رضاکارانہ فوج ہے وہ ہندوؤں پر مشتمل ہے اور ہندو ہندوستان کی ۸۷۰ ملین آبادی کا ۸۲ فیصد ہیں۔ لیکن سکھ اور مسلمان بھی خاصی تعداد میں فوج میں شامل ہیں۔ اور ہر چھاؤنی میں مسجدیں مندر اور گوردوارے موجود ہیں۔ لیکن بابری مسجد کے انہدام کے بعد ان سب کو خطرہ ہے۔

○ بنگلہ دیش کے حکام نے تین ایسی دوا ساز کمپنیاں بند کر دی ہیں جو درد رفع کرنے والے شربت بناتی تھیں۔ ان کے شربت سے انتڑیوں میں خرابی پیدا ہو جاتی تھی اور اس طرح اب تک ۲۰۰ کے قریب بچے موت کے منہ میں جا چکے ہیں۔ بنگلہ دیش ڈرگ ایڈمنسٹریشن نے ان کمپنیوں کے لائسنس منسوخ کر دیئے اور ان کی کمپنیوں کو تالے لگا دیئے ان کے تیار کردہ شربت کا جب جائزہ لیا گیا تھا تو پتہ چلا کہ اس میں مضرت رسانی کے اجزاء موجود ہیں۔ ان کمپنیوں کو اس وقت بند کر دیا گیا جب ان پر عارضی پابندی لگانے کے باوجود ایک ماہ تک یہ کام کرتی رہیں اور اس عرصے میں مزید تحقیقات کے نتیجہ میں پتہ چلا کہ ان کی دوا سے بچے ہلاک ہو رہے ہیں۔

○ برونئی کی پولیس نے بتایا ہے کہ جنوبی کوریا کے بارہ عیسائی مبلغوں کو ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عیسائی اس ـــ بہت زیادہ آمدنی والی مسلم مملکت کے لوگوں سے چندہ اکٹھا کر رہے تھے۔ ملک سے نکل جانے سے پہلے انہیں اس سلسلے میں جرمانہ بھی ادا کرنا پڑا۔ ان مبلغین کا تعلق ینگ ہارٹ گاسپل مشنری گروپ سے تھا۔ ان کا صدر دفتر سیوٴل میں ہے۔ یہ لوگ برونئی سے نکل کر سنگاپور چلے گئے۔ جرمانے کی رقم جو انہیں ادا کرنی پڑی وہ ۵۰۰ برونائی ڈالر تھی۔ یعنی ۳۶۰ امریکی ڈالر۔ یہ رقم ان بارہ افراد میں سے ہر ایک کو ادا کرنی پڑی۔ عدالت تک جانے سے پہلے یہ ۵۹۸ برونائی ڈالر چندہ اکٹھا کر چکے تھے۔ انہیں یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ اگر انہوں نے جرمانہ ادا نہ کیا تو انہیں پندرہ دن تک جیل میں رہنا پڑے گا۔

○ اسرائیل نے ان ۴۱۵ افراد کو جنہیں ملک بدر کیا ہوا ہے۔ یہ تجویز پیش کی ہے کہ وہ ان برفانی کیمپوں سے کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں۔ اب انہیں یہاں قیام کرتے ہوئے پندرہ بیس دن ہو گئے ہیں اور وہ انتہائی مشکلات میں سے گذر رہے ہیں لیکن انہوں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا ہے۔ ان کے لیڈر ڈاکٹر عبدالعزیز الرانٹیسی RANTI نے کہا ہے کہ یہاں سے اگر ہم کہیں جائیں گے تو وہ اپنا وطن ہے۔ ہم کسی دوسرے ملک میں جانے کے لئے تیار نہیں۔ باوجودیکہ لبنان ہمارا دوسرا وطن ہے ہم اس میں داخل نہیں ہوتے ہمیں یہ بات منظور ہے کہ ہم برفانی کیمپوں میں رہیں اور ہر قسم کی مشکل برداشت کریں لیکن ہم کسی اور ملک میں جانے کے لئے تیار نہیں۔ ہم صرف اپنے وطن جائیں گے اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہیں گے۔

○ اسرائیلی وزیراعظم یزک رابین نے اقوام متحدہ کے نمائندے جیمز جونا سے ملاقات کے بعد کسی تیسرے ملک سے اپیل کی کہ وہ ان فلسطینیوں کو اس وقت تک اپنے ہاں لے لیں جب تک ان کی ملک بدری کا عرصہ ختم نہیں ہوتا۔ وزیراعظم مذکور نے کہا کہ یہی ایک ایسی بات ہے جو ان حالات میں ان کے لئے کی جا سکتی ہے ان کی ملک بدری کے احکام تو واپس نہیں لئے جا سکتے۔ اقوام متحدہ کے نمائندے انڈر سیکرٹری جنرل جیمز جونا نے لبنان سے بھی اس سلسلے میں بات کی ہے لبنان نے انہیں اس بات کی اجازت نہیں دی کہ ان کے ملک میں سے ہو کر وہ ان فلسطینیوں سے ملیں۔

○ بتایا گیا ہے کہ ۲۷۵۱ کلوگرام منشیات جس کی قیمت لاکھوں روپے ہے۔ لاہور میں پکڑی گئی۔ اور ۵۸۷۲ مقدمات منشیات کے سلسلے میں دائر کئے گئے۔ کہتے ہیں کہ اس میں زیادہ مقدار چرس کی تھی جو ۲۴۵۲ کلوگرام کے برابر تھی۔

ضروری اعلان

آج کے شمارے میں سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا جو خطبہ شائع ہو رہا ہے وہ مواصلاتی سیارے کے ذریعے ادارہ الفضل نے خود سنا۔ اس خطبہ کو ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے (ادارہ)

ہومیوپیتھی سستا علاج

اپنی بیماری کی علامات بتا کر ایک ہفتہ کی دوا -/۲۱ روپے میں حاصل کریں۔

ہومیو کلینک پروفیسر سعید اللہ خاں ایم اے
۳۸/۱ محلہ دار الفضل نزد چونگی نمبر ۳ ربوہ

راولپنڈی اسلام آباد میں بہترین معیار اور کفایت کے لئے فریج، فریزر، کوکنگ رینج گیزر، واشنگ مشین، ہیٹر، چولہے اور پنکھے۔
فرموں اور اداروں کے لئے ہر قسم کے کمپیوٹر پروگرام بھی تیار کئے جاتے ہیں

احمد برادرز۔ شہناز پلازا چاندنی چوک سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔ فون ۴۲۰۹۵۸

صاحبِ اولاد

اپنے پھولوں سے بچوں کی صحت اور نشوونما کا خاص خیال رکھیں۔ اگر کوئی کمزوری ہو تو مندرجہ ذیل ادویات سے انتخاب کریں۔

○۔ چھوٹا قد کورس	-/۱۰۰	DWARFISHNESS	COURSE
○۔ بول بستری کورس	-/۳۵	BED URINE	COURSE
○۔ مٹی چھوڑ کورس	-/۲۰	MITTI CHOUR	COURSE
○۔ بے بی گروتھ کورس	-/۳۰	BABY GROWTH	COURSE
○۔ سوکھا پن کورس	-/۶۰	MARASMUS	COURSE
○۔ بے بی ٹانک	-/۱۲	BABY	TINIC
○۔ آہستہ دانت نکالنا کیور	-/۲۰	SLOW DENTITION	CURE
○۔ بے ترتیب دانت کیور	-/۲۰	IRREGULER TEETH	CURE

ڈاکٹرز اور سٹاکسٹوں کے لئے معقول کمیشن
چار صد روپے یا زائد کے آرڈر پر ڈاک خرچ بذمہ کمپنی

کیور ٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی رجسٹرڈ ربوہ فون ۶۰۶ / ۷۷۱

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ